فتاوی ابن تیمیہ

ازمولوی ابوالحسنات ندوی

(۱)

اسلام کی تاریخ سیکڑون، ہزارون، لاکھون علما، فضلا اور ائمہ ومجتہدین کے روشن کارنامون سے لبریز ہے، انہین محدثین کرام کی وہ مقدس جماعت بھی ہے، جس نے رسول اللہ صلعم کے اقوال و افعال کو مشرق سے لیکر مغرب اور جنوب سے لیکر شمال تک پہنچایا، مفسرین کا وہ برگزیدہ گروہ بھی ہے، جس نے اپنی پیہم کوششون سے قرآن مجید کی تعلیمات اور اسکے مواعظ و علم کو خواص سے عوام تک مین پہیلایا، اور پھر قابل احترام فقہاء کا وہ وسیع حلقہ بھی ہے جس نے بیشمار پیدا ہونے والے نئے نئے تمدنی مسائل کو اسلامی قالب مین ڈہالنے کی قابل قدر کوششین کین۔

لیکن انکے علاوہ ایک اور چھوٹی سی مقدس جماعت بھی ہے، جس نے ان سب سے زیادہ ضروری خدمت انجام دی ہے، اسمین شبہہ نہین کہ احادیث کی اشاعت، قرآن مجید کی تعلیم اور فقہی اجتہادات یہی چیزین ہین جنکا نتیجہ اسلام کی توسیع و اشاعت ہے، اسلام جسطرح اُٹھا، بڑہا، اور دفعۃً عرب و عجم مین پہیلگیا، اسکی اس حیرت انگیز ترقی مین انہین چیزون کو دخل ہے، تاہم اس سے بھی انکار نہین کیا جاسکتا کہ جسطرح اسلام ترقی کرتا گیا، نئی نئی قومین اسکی حلقہ بگوش ہوتی گئین، مختلف عقاید و مختلف مذاہب کے افراد اپنے قدیم عقیدہ و مذہب سے الگ ہو ہو کر اس مین شامل ہوتے گئے، اسی طرح نہایت

غیر محسوس طریقہ پر اسکی سادہ تعلیمات مین گوناگون رنگ آمیزیان بھی ہوتی گئین کس درجہ حیرت کی بات ہے کہ وہ دین جس نے شرک کا ہلکے سے ہلکا نقش بھی مٹا دیا تھا، جسکے ابتدائی پیرووُن نے اپنی تئین اس درجہ رنگ توحید مین رنگ لیا تھا کہ اس درخت کو بھی جسکے نیچے جناب رسول خدا صلعم نے بیعت لی تھی، اور جسکو اسی خصوصیت کی بنا پر کچھ لوگ وقعت و محبت کی نگاہ سے دیکھنے لگے تھے، محض اس بنا پر کٹوا دیا کہ اسلام مین کہین خدا پرستی کے عوض شجر پرستی نہ شروع ہو جاے، جب ہندوستان مین پہنچا تو اسکی یہ حالت ہو گئی کہ کہین کسی درویش کی جریب، کہین کسی بزرگ کی عبا اور کہین کسی صاحبدل کا نقش قدم مستحق سجود و جبہہ سائی سمجھا جانے لگا۔

جب تغیر و انقلاب کا یہ حال ہو تو ضرورت تھی کہ انہی علماے دین مین سے ایک جماعت ایسی بھی اُٹھے جسکا مقصد صرف اِسلئے ہو کہ اسلام کے مرتفع تعلیمات مین جو نقوش مرور ایام یا اور دوسرے حالات کی وجہ سے پیدا ہون اُنکو مٹاتا رہے۔ یہ جماعت پیدا ہوئی اور اُس نے نہایت مستعدی سے اپنے فرائض انجام دیے، علامہ ابن تیمیہ اسی جماعت کے نمایان اور سرگرم رکن ہین علامہ کی مساعی جمیلہ کا تفصیلی تذکرہ کرنا تو اس خوش نصیب انسان کا فرض ہو گا جسکے لئے آپکی سوانح عمری لکھنے کا فخر مقدر ہو، لیکن بیان پر اجمالاً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ساتوین صدی ہجری مین زمانہ جس رخ پر جا رہا تھا وہ چاہتے تھے کہ اسکی باگ موڑ کر اسکو جناب رسالتمآب اور صحابۂ کرام کے عہد زرین سے ملا دین کہ ایک مرتبہ چشم روزگار کے سامنے پہلی صدی ہجری کا مبارک زمانہ اپنے پورے سرو سامان کے ساتھ پھر آجاے، پیش نظر مجموعۂ فتاوی اس بیان کی مفصل تائید ہے۔

اگرچہ علامۂ مبرور کی زندگی مصائب و مشکلات کا ایک وسیع سلسلہ ہے، تنگ نظر،

تنگدل، اور متعصب علماے زمانہ کے ہاتھون وہ برابر مبتلاے مصائب رہے، اُنھون نے قید و نظربندی کی کڑیان بارہا جھیلین۔ لیکن جُبِّ یوسف کی تاریکی اور قید خانہ کی مصیبت انگیز فضا انکے سلسلۂ اعمال کو درہم برہم نہ کر سکی، وہ قید خانہ سے بھی لوگون کو علمی و دینی فیض پہنچاتے اور مشکل مسائل مین فتوی دیتے رہے، گو قید خانہ مین کتابین نہین ہوتی تھین لیکن اُن کا دماغ خود ایک وسیع کتبخانہ تھا۔ حالت قید مین بھی بہت سے اہم اور مشکل فتاوی علامہ نے قلم برداشتہ لکھے ہین، اور یہ دیکھکر حیرت ہوتی ہے کہ آخر وہ کسطرح لکھتے تھے، آخر آخر مین یہ حکم بھی دیدیا گیا تھا کہ قید خانہ مین علامہ کے پاس قلم و دوات بھی نہ رہنے پاے، چنانچہ اس وقت آپ مجبور ہو گئے، اور آپ نے یہ آخری سطر کوئلے سے دیوار پر لکھی کہ

"اگر مجھکو کوئی اصلی سزا دیگئی ہے تو وہ یہی ہے"

ایک طرف ان حالات کو اور دوسری طرف ان فتوونکو دیکھو جنکی سطر سطر قرآن مجید سے استنباط، احادیث سے استدلال اور اقوال علماے سلف کی تائید و استناد سے معمور ہے تو سخت حیرت ہوتی ہے کہ خدا نے اُنکو کس خاص قسم کا دماغ عطا فرمایا تھا، کہ ہمہ وقت آیاتِ قرآنی انکی نظر مین، احادیث نبوی اُنکے دماغ مین اور اقوال علماے سلف اُنکی زبان پر رہتے تھے، ساتوین صدی ہجری کے ایک حنفی عالم شمس الدین ابن الحریری نے علامہ کو مصر مین قید سے چھڑانے کے لئے ایک محضر لکھا تھا جسمین یہ عبارت تھی کہ

"تین سو برس سے ابن تیمیہ کا کوئی ہمسر نہین پیدا ہوا۔"

یہ بالکل صحیح ہے لیکن اب اسپر پچھلی چھ صدیان بھی بڑھا دینا چاہیئن۔ علامہ شبلی نعمانی رح فرمایا کرتے تھے کہ مین علماے اسلام مین سے ہر ایک کا مبلغ علم بتا سکتا ہون اور یہ بھی کہہ سکتا ہون کہ انکی معلومات کہان سے ماخوذ ہین، لیکن علامہ ابن تیمیہ اور مورخ مسعودی (یا مقریزی) میرے اس

کلیہ سے مستثنیٰ ہین۔

علامہ شبلی نعمانی نے سلسلۂ مجددین اسلام مین علامہ ابن تیمیہ کو سب سے مقدم رکھا ہے، اور ایک مضمون مین انکی کسیقدر سوانح حیات بھی لکھی ہے، اسی مضمون کی تمہید مین فرماتے ہین:۔

مجدد یا رفارمر کے لئے تین شرطین ضروری ہین،

(۱) مذہب یا علم یا سیاست مین کوئی مفید انقلاب پیدا کردے۔

(۲) جو خیال اسکے دل مین آیا ہو کسی کی تقلید سے نہ آیا ہو بلکہ اجتہاد ہو،

(۳) جسمانی مصیبتین اُٹھائی ہون، جان پر کھیلا ہو، سرفروشی کی ہو،

علامہ شبلی نے اپنے اس مضمون مین شرط اول کے "سیاسی انقلاب" اور شرط سوم سے متعلق واقعات کو تو دکھایا ہے لیکن بقیہ پہلو رہ گئے ہین، اب یہان اس مجموعۂ فتاویٰ مین جن امور کی تصریحات مل سکتی ہین اُنکو دکھانے کی ہم کوشش کرینگے۔

فتاوی کا یہ مجموعہ چار ضخیم جلدون پر مشتمل ہے، اور اسکو مصر کے (فرج التجار) نے اپنے مصارف سے چھپوایا ہے، جذبۂ علم پرستی وخدمت دین کا کرشمہ دیکھو کہ انھون نے اسکو حصول زر کا ذریعہ نہین قرار دیا بلکہ اُسکی تمام جلدین وقف کردین تاکہ مشاہیر علماء، مدارس اسلامیہ، قومی انجمنون، اور پبلک لائبریریون مین مفت تقسیم کیجائین، اصل مجموعہ فتاویٰ بڑی کتابی تقطیع کے تقریباً پندرہ سو صفحون پر مشتمل ہے، تیسری جلد مین مناسبت ترتیب کے لحاظ سے رسالہ "اقامۃ الدلیل علی ابطال التحلیل" بھی شامل کردیا گیا ہے، اور چوتھی جلد کے آخر مین کتاب "الاختیارات العلمیہ" بھی لگا دیگئی ہے، لیکن دراصل یہ دونون کتابین بھی علامہ کے فتوی ہی ہین، محض کثرت صفحات کی وجہ سے علحدہ رسالہ کی صورت مین نہین، اسلئے اس جدید ترتیب کے وقت سلسلۂ فتاوی مین داخل کرلی گئی ہین، اور اسطرح کل مجموعۂ فتاویٰ دو ہزار صفحات کے لگ بھگ پہنچ گیا ہے۔

فتاوی کا یہ مجموعہ عقاید، معاملات اور عبادات سے متعلق مسائل پر مشتمل ہے اور اسلام کی تمام تعلیمات انہی تین شعبون مین محدود ہے اس بنا پر یہ مجموعہ فقہ اسلام کا ایک مکمل مجموعہ کہا جاسکتا ہے، لیکن افسوس ہے کہ اُسکی جمع وتالیف مین فقہی ترتیب کو ملحوظ نہین رکھا گیا ایک ہی جلد منتشر مسائل سے مرکب ہے، عقاید، عبادات، اور معاملات ہر ایک سے متعلق فتاوی اُسمین جمع کردیئے گئے ہین، گو یہ ضرور ہے کہ خود بعض فتوی چونکہ منتشر ومختلف مسائل پر مشتمل ہین، یعنی یہ کہ سوال کا ایک جزو عقاید سے متعلق ہے، اور دوسرا عبادات سے اسلئے صحیح معنی مین اُسکی فقہی ترتیب بہت دشوار تھی، تاہم یہ ضرور ہے کہ موجودہ ترتیب سے زیادہ عمدہ ترتیب بھی دیجاسکتی تھی، مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید جامع فتاوی کی نظر اسپر نہ تھی اور اس نے محض سرسری ترتیب پر اکتفا کیا ہے، البتہ تیسری جلد اس عام تسامح سے مستثنیٰ ہے۔

ان ضروری تصریحات کے بعد اب ہمین مجموعۂ فتاویٰ کے مواد ترکیبی اور اسکی علمی حیثیت پر نظر ڈالنا چاہیئے، لیکن اسپر تفصیلی نظر ڈالنے سے پہلے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مجموعہ فتاوی کی اجمالی خصوصیات کو علحدہ لکھدیا جائے تاکہ آئندہ تفصیلات کے سمجھنے مین سہولت ہو۔

فتاویٰ کی اجمالی خصوصیات

(۱) اسلام مین سب سے مقدم چیز قرآن مجید ہے، اسکے بعد احادیث نبوی اُسکے بعد صحابہ کا طرز عمل، اور پھر ائمہ ومجتہدین کی رائین، اسلئے ہر صاحب فتاوی مجبور ہے کہ وہ اس ترتیب کو ملحوظ رکھے، لیکن بدقسمتی سے تیسری صدی ہجری کے بعد تقلید کے غیر معتدل رواج نے اتنا زور پکڑا کہ آہستہ آہستہ قرآن وحدیث کی طرف سے لوگون کی توجہ ہٹتی گئی اور ادہر کئی سو برس سے یہ حالت ہوگئی ہے کہ جب کبھی علمائے کرام کے سامنے کوئی مسئلہ پیش کیجئے تو وہ فوراً فقہ کے کسی جزئیہ کی تلاش شروع کردینگے، اس مجموعہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ ابن تیمیہ

اس کلیہ سے مستثنیٰ ہین، وہ اگرچہ ائمہ سلف اور فقہا و مجتہدین کی رائین بھی لکھتے ہین اور ائمہ اربعہ کے علاوہ بقیہ تمام دوسرے فقہا کی رایون پر بھی انکی نہایت گہری اور وسیع نظر لیکن وہ ان رایون کو قرآن و حدیث و عمل صحابہ کے مقابلہ مین وہی درجہ دیتے ہین جو درجہ انکو دینا چاہیئے۔

(۲) علما کی تنگ نظری اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ وہ اپنے امام اور اپنی جماعت کے سوا کسی دوسرے امام یا کسی اور جماعت کے فقیہ و عالم کی رائے سننا اور دیکھنا بھی گوارا نہ کرتے موقع کے لحاظ سے خود ہندوستان کا ایک واقعہ یاد آگیا، اور وہ یہ کہ شیخ نظام الدین اولیا دہلوی کو ایک مرتبہ اپنے علمائے عصر سے مناظرہ کرنا پڑا، بنیاد مناظرہ یہ تھی کہ شیخ موصوف سماع کو ناجائز قرار دیتے تھے، علمائے دربار کے اشارہ سے دربار شاہی مین انکی طلبی ہوئی، وہ تشریف لیگئے وہان علما کا بڑا مجمع تہا، ان سے سماع کے عدم جواز پر استدلال و استشہاد طلب کیا گیا شیخ نے ایک حدیث پیش کی جس سے امام شافعی نے بھی استدلال کیا تہا، دربار کے علما جو سب کے سب حنفی تھے چیخ اٹھے کہ یہ حدیث امام شافعی کی مستدل ہے جو ہمارے امام کے مخالف ہین، ہم ایسی حدیث اور ایسی رائے سننا بھی گوارا نہین کرسکتے، شیخ نظام الدین یہ حالت دیکھکر دربار سے کبیدہ خاطر اٹھے، اور یہ کہکر چلے آئے کہ جس شہر کے علما مین اسدرجہ منافست و معاندت ہو وہ تباہ و برباد ہوجانے کے قابل ہے، یہ ہندوستان کا واقعہ ہے لیکن چھٹی اور ساتوین صدی ہجری مین تمام عالم اسلامی کے علما اسی رنگ مین رنگے ہوئے تھے، البتہ علامۂ ابن تیمیہ کی حالت علمائے اسلام کی اس عام حالت سے بالکل مختلف تھی، فتاویٰ سے معلوم ہوتاہے کہ وہ تمام فقہا و مجتہدین اور علما کی رایون کو پیش نظر رکھتے تھے، انکی تصحیح اور انکی باہمی تعدیل کی کوشش کرتے تھے، اور اپنے مذاق خاص کے مطابق وہ اس تصحیح و تعدیل کا

معیار قرآن مجید، احادیث نبوی اور صحابہ کرام کے طرز عمل کو قرار دیتے تھے۔

(۳) اسلام مین آہستہ آہستہ جو بدعتین داخل ہوگئی تہین، انھون نے اسکے اصلی جمال توحید کو بہت کچھ چھپا دیا تہا۔ ان بدعات کی تفصیل و تردید کا مواد اس مجموعہ سے زیادہ شاید ہی کسی اور کتاب مین مل سکے۔ ان تفصیلات پر نظر کرنے سے بہ یقینی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ علامہ اس باب مین خاص طور پر سعی و جہد فرماتے تھے، اور انکی یہ کوشش تھی کہ اسلام کی اصلی تعلیمات مین جسقدر حذف و اضافہ ہوگیا ہے، اسکا قلع و قمع کردیا جائے تاکہ وہ پھر اپنے اصلی آب و رنگ مین دنیا کے سامنے جلوہ گر ہو، یہ علامہ کا خاص حصہ ہے، اسلئے ایسے مواقع پر ان کا زور بیان اور زور استدلال اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے۔

(۴) ان خصوصیات کے علاوہ اس مجموعہ کے مطالعہ سے یہ بھی صاف نظر آتا ہے کہ علامہ کا تفقہ، انکی قوت اجتہاد اور وسعت و تنوع معلومات بھی خاص شان رکھتے ہین، متعدد مسائل مین وہ بالکل منفرد ہین، انھون نے علما و فضلا کے جم غفیر سے الگ رائے قائم کی ہے، بعض مسائل مین اگرچہ دوسرون کے ہمخیال ہین، لیکن دلائل کی ترتیب و قوت اور طرز استدلال و اجتہاد مین وہ انکی عام صف سے بالکل علحدہ نظر آتے ہین، اور اس بنا پر بہت یقین کے ساتھ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس خاص مسئلہ مین انکی جو رائے تھی وہ کسی کی تقلید نہین بلکہ انکی قوت اجتہاد کا نتیجہ تھی، یہی وہ چیزین ہین جنمین علامہ کی جلالت قدر کا راز پنہان ہے۔

ان اجمالی خصوصیات کی تفصیل و تشریح سے پہلے یہ بتا دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کا یہ خاص طرز تحریر و انداز بیان ہے کہ وہ ایک ہی آیت اور ایک ہی حکم کے متعدد پہلوون کو ایک خاص استدلال کے وقت ساتھ ساتھ ملحوظ رکھتے ہین، ایک ہی حدیث سے ایک دعوی کی متعدد و مختلف حیثیتون پر روشنی ڈالتے چلے جاتے ہین، اسلئے انکو مختلف عنوانات

مین تقسیم کر کے علحدہ علحدہ بیان کرنے مین اُنکی اصلی حیثیت و شان قائم نہین رہتی، قرآن مجید کی ایک آیت یا ایک حدیث جو اُنکے اثنا، استدلال مین واقع ہو اس سلسلۂ بیان مین جسقدر واضح اور صریح نظر آتی ہی اگر اُسکو اس ترتیب سے الگ کر لیا جاے تو وہ اسقدر صاف و صریح نہ معلوم ہوگی اسلئے یہ ناگزیر ہے کہ آیندہ جب ہم اُنکی تقسیم کرینگے اور اُنکو مختلف عنوانات کے تحت مین درج کرینگے تو شاید اُنکی اصلی قوت و اہمیت کو پوری طرح پر نہ دکھا سکین، علاوہ برین ہمین اسکا بھی علانیہ اعتراف ہے کہ علامہ ہر سوال کے جواب مین جس وسعتِ نظر اور تعمقِ فکر سے کام لیتے ہین اسکا پورا خاکہ نہین کہینچ سکتے، کیونکہ دو ہزار صفحون کا اگر مختصر سے مختصر خلاصہ بھی کیا جاے تو اِسکے لئے کئی سو صفحے درکار ہونگے، اور اس موقع پر ایسا کرنا بہت دشوار ہے، تاہم اس مختصر مضمون مین اس مجموعہ کی تفصیلی خصوصیات کو نمایان کرنے کی کافی کوشش کیجائیگی تاکہ علامہ ابن تیمیہ کی خصوصیات تفقہ و اجتہاد اور اِنکے طرز افتا کا ہر شخص کو صحیح اندازہ ہو سکے۔

قرآن و حدیث سے استدلال ہم سب سے پہلے قرآن مجید سے علامہ کے طرز استدلال کے چند سرسری نمونے پیش کرتے ہین، دیکھو کس جامعیت و وسعت کے ساتھ وہ قرآن مجید پر نظر ڈالتے ہین۔ اپنے دعوی کے اثبات اور پھر اُسکی تائید مزید مین وہ کسطرح پے در پے مختلف مواقع کی آیتون کو جمع کر دیتے ہین۔ ایک سوال ہے کہ یہودیون اور نصرانیون کا ذبیحہ علی العموم مسلمانون کے لئے حلال ہے یا حرام؟ اسکے جواب مین فقہا و ائمہ عام طور پر ذیل کی آیت سے استدلال کرتے ہین۔

وطعام الذین اوتوا الکتب حل لکم و طعامکم حل لھم والمحصنٰت من المومنات والمحصنات من الذین اوتوا الکتب من قبلکم،

ان لوگون کے کہانے جنکو کتاب دیگئی ہی تمہارے لئے اور تمہارے کہانے اُنکے لئے حلال ہین، نیز تمہارے لئے مسلمان عورتون کے علاوہ اس قوم کی عورتین بھی جنکو کتاب تم سے پہلے دیجا چکی ہے جائز ہین۔

لیکن صرف اس آیت کا پیش کر دینا اس باب مین تسلی بخش نہین ہے بلکہ بعض ظاہر حالات کی بنا پر جواب کا کچھ حصہ دُہندلا رہجاتا ہے، اور اس دھندلکے کو خود قرآن مجید کی بعض آیتین اور زیادہ تاریک کر دیتی ہین، اس تاریکی پر عام فقہا کوئی روشنی نہین ڈالتے لیکن علامہ سوال و جواب کی صورت مین آیات قرانی ہی کی شمع لیکر ہماری صحیح رہنمائی کرتے ہین، چنانچہ فرماتے ہین، "اگر یہ کہا جاے کہ ذیل کی آیات

ولا تنکحوا المشرکات حتی یومن — مشرک عورتون سے جب تک وہ ایمان نلائین نکاح نکرو،

ولا تمسکوا بعصم الکوافر — اور تم کافر عورتون کے ناموس پر قبضہ نہ رکھو۔

پہلی آیتون کی معارض و مخالف ہین تو جواب یہ ہوگا کہ قرآن مجید مین جس شرک مطلق کا تذکرہ ہے اُسمین اہل کتاب داخل نہین ہین بلکہ وہ شرک مقید مین داخل ہین جیسا کہ خدا نے فرمایا،

لم یکن الذین کفروا من اھل الکتب والمشرکین — اہل کتاب مین سے وہ جنہون نے کفر کیا اور مشرکین ایسے تھے،

دیکھو یہان مشرکین کو اہل کتاب کے علاوہ ایک جداگانہ قسم قرار دیا،

ایک اور جگہ فرمایا،

ان الذین اٰمنوا والذین ھادوا والصابئین والنصاری والمجوس والذین اشرکوا، — وہ لوگ جو ایمان لاے اور وہ جو یہودی بنے، نیز صابئہ، نصاریٰ، مجوس اور وہ لوگ جنہون نے شرک کیا۔

یہان بھی مشرکین کو ایک علحدہ قسم ٹہرایا،

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ شرک یہود و نصاریٰ سے علحدہ مشرکین کی ایک الگ جماعت ہے، رہگئی اب یہ تصریح کہ یہود و نصاریٰ شرک مقید مین داخل ہین، تو قرآن مجید کی اس آیت سے مستنبط ہوتی ہے،

اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا — ان لوگون نے اللہ کے سوا احبار و رہبان نیز مسیح ابن مریم کو

من دون اللہ والمسیح ابن مریم وما — اپنا رب قرار دیا حالانکہ انکو صرف خداے واحد کی عبادت

امروا الا لیعبدوا الٰھا واحدا لا الٰہ — کا حکم دیا گیا تھا اسکے سوا کوئی خدا نہین اور وہ اُنکے شرک سے

الا ھو سبحانہ عما یشرکون، — ہر طرح پاک ہے۔

اور اس تفریق کا سبب یہ ہے کہ ان مقید مشرکین (یہود و نصاریٰ) کے اصل دین کی بنیاد اللہ کی بھیجی ہوئی کتاب اور اُسکے سچے پیغمبرون کی ہدایات الہامی پر ہے، اور یہ چیزین قطعاً اسباب شرک سے مبرا و منزہ ہین جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے،

وما ارسلنا من قبلک من رسول الا نوحی — ہم نے تجھسے پہلے کوئی ایسا نبی نہین بھیجا جسکو اُسکی وحی نہ کی ہو کہ میرے

الیہ انہ لا الٰہ الا انا فاعبدون، — سوا کوئی اور خدا نہین پس تم صرف میری عبادت کرو،

ایک اور موقع پر فرمایا،

واسئل من ارسلنا من قبلک من رسلنا — اور تم انبیاے سابقین سے پوچھو کہ کیا رحمٰن کے سوا کوئی

اجعلنا من دون الرحمٰن اٰلھۃ یعبدون — دوسرا معبود ہے جسکی وہ عبادت کرین۔

ایک اور جگہ فرمایا،

ولقد بعثنا فی کل امۃ رسولا ان اعبدوا — ہم نے ہر امت مین اسلئے نبی بھیجا کہ وہ صرف اللہ کی

اللہ واجتنبوا الطاغوت، — پرستش کرین اور بت پرستی سے بچین،

لیکن ان اہل کتاب نے کچھ دنون بعد اسمین تحریف و تبدیل کی اور شرکانہ خیالات کو داخل دین کر دیا، اسلئے انکے دین کا شرک انکی بدعات کا نتیجہ ہے، اصل دین کا نہین پس ایسی حالت مین ظاہر ہے کہ یہ عام مشرکین کی صف مین کیونکر کھڑے کیے جا سکتے ہین،

اب رہ گئی یہ آیت،

ولا تمسکوا بعصم الکوافر، — اور تم کافر عورتون کے ناموس پر قبضہ نہ رکھو۔

تو اسکے متعلق کوئی شبہہ نہین اور بہ تصریح کے ساتھ ہر واقف تاریخ شخص کو معلوم ہے کہ ان کافرے سے مقصود خاص وہ چند مشرک عورتین ہین جو مسلمانون کے قبضہ مین تھین اور وہ اہل کتاب مین سے نہ تھین اسلئے اس آیت کو اس مبحث مین کوئی دخل ہی نہین ہے،

ایک مقام پر صبر و رضا کے متعلق لکھتے ہین کہ رضا کی دو قسمین ہو سکتی ہین ایک یہ کہ انسان کو خدا و رسول نے جس کام کے کرنے کا حکم دیا اسکو کرے اور جس سے بچنے کا حکم دیا اس سے بچے، یعنی وہ اپنی خواہش و عمل کو تمامتر خدا و رسول کے ارشاد کے تابع کر دے، اللہ تعالےٰ نے فرمایا،

واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ، — اللہ اور اسکا رسول اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ وہ لوگ اسکو راضی رکھین،

ایک اور آیت مین فرمایا،

ولو انھم رضوا ما اتاھم اللہ ورسولہ — کاش وہ اس چیز پر جو خدا اور اُسکے رسول نے دی ہے

وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ — راضی رہتے اور یہ کہتے کہ ہمین اللہ کافی ہے عنقریب خدا ہمین

ورسولہ انا الی اللہ راغبون — اپنا فضل عطا کریگا اور ہم اللہ ہی کی طرف جھکنے والے ہین،

علامہ فرماتے ہین کہ یہ رضا واجب ہے اور اسی لئے خدا نے ذیل کی آیت مین اُن لوگون کی جنھون نے اُسپر عمل نہین کیا مذمت بیان کی ہے،

ومنھم من یلمزک فی الصدقات فان — ان مین کچھ لوگ ہین جو صدقہ کے بارہ مین تجھے عیب

اعطوا منھا رضوا وان لم یعطوا — لگاتے ہین پس اگر انکو اسمین سے کچھ دیدے تو خوش

منھا اذا ھم یسخطون — ہوجاتے ہین اور اگر نہ دے تو غضبناک ہوجاتے ہین۔

رضا کی دوسری قسم یہ ہے کہ انسان مصائب جیسے فقر، مرض، تنگ حالی وغیرہ کو خوشی خوشی برداشت کرے، اسکی نسبت علما کی دو رائین ہین، ایک یہ کہ واجب ہے، اور دوسری یہ کہ مستحب ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ واجب نہین، البتہ صبر واجب ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلعم نے

حضرت ابن عباس سے فرمایا،

ان استطعت ان تعمل بالرضا مع الیقین فان لم تستطع فان فی الصبر علی ما تکرہ خیرا کثیرا

اگر تم استطاعت رکھتے ہو تو یقین کے ساتھ رضا پر عمل کرو ورنہ اس چیز پر جو تمہیں شاق گذرتی ہو صبر کرنا خیر کثیر کا سبب ہے

ان کے علاوہ رضا کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ انسان کفر و ایمان معصیت و طاعت اور خیر و شر ہر چیز کو من جانب اللہ سمجھکر ہر ایک سے راضی ہو، علامہ فرماتے ہین کہ یہ رضا نہ واجب ہے نہ مستحب بلکہ داخل معصیت ہے، اب اسپر وہ ذیل کی متعدد آیتون سے دلیل لاتے ہین

"ولا یرضی لعبادہ الکفر" — خدا اپنے بندون کے لئے کفر کو نہین پسند کرتا۔

فان ترضوا عنھم فان اللہ لا یرضی عن القوم الفاسقین، — تم لوگ ان سے راضی تو ہو لیکن خدا فاسقون سے راضی نہین ہو سکتا،

ذلک بانھم اتبعوا ما اسخط اللہ وکرھوا رضوانہ فاحبط اعمالھم" — یہ اسلئے کہ ان لوگون نے خدا کی ناپسندیدہ امور کی پیروی کی اور اسکی پسندیدہ چیزون کو ناپسند کیا پس اس نے انکے اعمال کو برباد کر دیا

وعد اللہ المنفقین والمنافقات والکفار نار جھنم خالدین فیھا ھی حسبھم، — اللہ نے منافقین و منافقات اور کفار سے جہنم کی آگ کا وعدہ کیا ہے جسمین وہ ہمیشہ رہین گے اور یہی انکے لئے کافی ہے

اسی سلسلہ مین آگے چل کر تحریر فرماتے ہین کہ صوفیہ کا ایک گروہ اسی غلطی مین پڑ گیا ہے اور کہتا ہے کہ تمام کائنات کا خالق خدا ہے، پس اُسکی رضا ان تمام چیزون کی رضا کے ساتھ جو اس نے پیدا کی ہین وابستہ ہے، یہ وہ منزل ہے جہان کفر و اسلام اصلاح و فسق اور طاعت و عصیان کی تفریق مٹ جاتی ہے، اسی بنا پر بعض صوفیا کا قول ہے،

المحبۃ نار تحرق من القلب کل ما سوی مراد المحبوب، — محبت وہ آگ ہے جو قلب سے مراد محبوب کے سوا ہر شے کو جلا دیتی ہے،

بعضون کا قول ہے،

الکون کلہ مراد المحبوب — دنیا تمام تر محبوب کی مراد ہے،

علامہ فرماتے ہین کہ یہ گروہ سخت گمراہی مین پڑ گیا ہے اور اس نے خدا کے ارادۂ دینی و ارادۂ کونی مین تفریق نہین کی، جسکا نتیجہ یہ ہے کہ مامور و محظور اور اولیاء اللہ اور اعداء اللہ کو نہ پہچان سکا، اس نے مسلم و کافر، مفسد و مصلح کو ہم رتبہ قرار دیا، اور وہ متقین کو فاجرون اور بیگناہون کو گناہگارون کی صف مین جگہ دیتا ہے، اور ان سب کا ماحصل یہ ہے کہ امر و نہی، وعد و وعید اور تمام دیگر امور شرعیہ کا دفعتہً خاتمہ ہو جاتا ہے، اور تمام مذہبی احکام بیکلم معطل ہو جاتے ہین، اور ستم ظریفی یہ ہے کہ وہ اسکا نام "عرفانِ حقیقت" رکھتا ہے، اگر یہی عرفان حقیقت ہے تو اس سے کفار و بت پرست بھی ناآشنا نہ تھے، خود قرآن مجید اسپر شاہد ہے،

ولئن سألتھم من خلق السموٰت والارض لیقولن اللہ" — اگر تم انسے پوچھو کہ آسمان و زمین کو کس نے پیدا کیا تو کہین گے اللہ نے۔

قل لمن الارض ومن فیھا ان کنتم تعلمون سیقولون للہ، — اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ اسمین ہے کسکے لئے ہے وہ کہین گے اللہ کیلیے،

اگر حقیقتِ اسلام در جہان این است — ہزار خندۂ کفر است بر مسلمانی

ایک سوال یہ ہے کہ شطرنج کا کھیلنا جائز ہے یا ناجائز؟ عام جواب یہ ہے کہ شطرنج اگر کسی واجب و فرض عمل کے ترک یا تاخیر یا کسی حرام فعل کے صدور کا ذریعہ ہو تو وہ قطعاً حرام ہے، مثلاً یون سمجھو کہ اگر اسکی وجہ سے نماز مین تاخیر ہو اور نماز اپنے نہایت آخری وقت مین ادا کیجائے تو اسکا کھیلنا قطعاً حرام ہے، اب اسپر علامہ کا استدلال دیکھو، وہ اور علما کی طرح اقوال الناس پر اکتفا نہین کرتے بلکہ قرآن و حدیث سے دلیل لاتے ہین، فرماتے ہین۔

وقد ثبت فی الصحیح عن النبی صلعم انہ قال تلک صلاۃ المنافق یرقب الشمس حتی اذا صارت بین قرنی الشیطان قام فنقر اربعا لا یذکر اللہ فیہا الا قلیلا، فجعل النبی صلعم ھذہ الصلاۃ صلاۃ المنافقین وقد ذم اللہ صلاتھم بقولہ ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلاۃ قاموا کسالی یراؤن الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا وقال تعالی (ویل للمصلین الذین ھم عن صلاتھم ساھون)	نبی صلعم کا یہ فرمانا ثابت ہے کہ یہ منافق کی نماز ہے کہ وہ آفتاب کی تاک مین بیٹھا رہتا ہے یہانتک کہ جب وہ طلوع یا غروب کے قریب ہوتا ہے تو وہ اٹھتا ہے، اور چار ٹکر لگا لیتا ہے جسمین خدا کو بہت کم یاد کرتا ہے، پس نبی صلعم نے اس نماز کو منافق کی نماز قرار دیا، اور اللہ تعالے نے انکی نماز کی اس آیت مین مذمت بیان کی ہے، منافقین اللہ کو دھوکا دینا چاہتے ہین اور وہ ان لوگون کو دینا چاہتا ہے (منافقین نماز کے لئے اٹھتے ہین تو کسلمند اٹھتے ہین وہ صرف لوگون کو دکھلانا چاہتے ہین، اور خدا کو بہت تھوڑا یاد کرتے ہین) اور اللہ نے کہا "افسوس ہے ان نمازیون پر جو اپنی نماز سے سہو کرتے ہین"۔

دوسری آیت مین سہو کا لفظ آیا اب فرماتے ہین کہ علماے سلف نے "سہو" کی تفسیر "تاخیر صلوۃ" سے کی ہے، لیکن وہ اپنی عادت کے مطابق اتنے ہی پر اکتفا نہین کرتے بلکہ اسکی تائید بھی حدیث نبوی سے کرتے ہین،

بین النبی صلعم ان صلاۃ المنافق تشتمل علی التاخیر والتطفیف	منافق کی نماز تاخیر (قربت طلوع) اور تطفیف (قربت غروب) پر مشتمل ہے،

تفقہ و اجتہاد | علامہ ہر مسئلہ کی اصل حقیقت تک پہنچتے ہین اور حلت و حرمت، جواز و عدم جواز کے اصلی علل و اسباب کی تلاش کرتے ہین، پھر اپنے اجتہاد کا تمامتر دارومدار قرآن مجید و احادیث نبوی پر رکھتے ہین مثلاً اسی مسئلہ تحریم شطرنج مین شوافع کا مسلک بیان کرتے ہین،

"اصحاب شافعی کا وہ گروہ جو شطرنج کو حرام نہین سمجھتا اسکا خیال ہے کہ قرآن مجید کی آیت "انما الخمر والمیسر" مین "میسر" سے مقصود صرف قمار (یعنی ہر وہ کھیل جسمین شرط ہو کہ غالب مغلوب سے کچھ لیگا) کی صورت ہے یعنی اسکی حرمت اس سبب سے ہوگی کہ اسمین اکل اموال بالباطل کی صورت پائی جاتی ہے، اور اسی بنا پر اصحاب شافعی مین سے ایک جماعت نے نرد کو بھی اگر اسمین معاوضہ کی شرط نہو تو حرام نہین قرار دیا ہے"۔

علامہ فرماتے ہین، امام شافعی سے منصوص یہ ہے اور اُن کا ظاہر مذہب بھی یہ بتلاتا ہے کہ نرد مطلقا (یعنی اگرچہ معاوضہ نہو) حرام ہے، کیونکہ اُن کا ایک قول ہے کہ مین اسکو ایک خبر کی بنا پر مکروہ سمجھتا ہون، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا استناد خبر پر ہے نہ کہ قیاس پر، اور جمہور نے انکے اسی قول کی بنا پر یہ احتجاج بھی کیا ہے کہ "جب نرد (بغیر معاوضہ) بھی حرام ہے تو شطرنج کو بھی (جو اگرچہ مضرتون مین اس سے زیادہ نہین لیکن کسی طرح کم بھی نہین ہے) یقیناً حرام ہونا چاہیے" اسلئے کہ نماز و ذکر الٰہی سے روکنے اور بغض و عداوت باہمی پیدا کرنے کی صلاحیت جیسی نرد مین ہے اسکے برابر برابر شطرنج مین بھی ہے، پس ایسی حالت مین نرد (بلا معاوضہ) کو حرام اور شطرنج کو مباح قرار دینا ویسا ہی ہے جیسا شراب انگوری کے ایک قطرہ کو حرام اور نبیذ گندم کے ایک قدح کو حلال قرار دینا، اسکے بعد علامہ نے متعدد حدیثین نرد کی حرمت علی الاطلاق کے ثبوت مین پیش کی ہین، مثلاً ابوداؤد کی یہ حدیث

عن ابی موسی عن النبی صلعم انہ قال من لعب بالنرد فقد عصی اللہ ورسولہ (وغیر ذلک)	ابو موسیٰ سے مروی ہے، فرمایا نبی صلعم نے جو نرد کھیلتا ہے وہ اللہ اور اسکے رسول کا نافرمان بردار ہے۔

آگے چل کر وہ اسی مسئلہ کو متعدد طریقون سے مدلل کرتے ہین، مثلاً فرماتے ہین کہ ان امور (حرمت نرد و شطرنج) سے ممانعت مخصوص صورت قمار کے ساتھ مختص نہین ہے اسلئے کہ اگر دو کھیلنے والون مین ایک ہی شخص بہر صورت معاوضہ کو اپنے ذمہ لیلے، یا یہ کہ ان دونون کے

علاوہ کوئی تیسرا شخص دینا قبول کرے، تو گویہ صورتین بظاہر انعام و اُجرت کی ہوجاتی ہین با این ہمہ یہ صورت شرعًا منہی عنہ ہے، ہان البتہ اسپ دوانی و تیر اندازی کی شرط انعام سابق اس حکم سے مستثنی ہے کیونکہ حدیث مین آیا ہے،

لاسبق الا فی خف وحافر او نصل — سابقت صرف اسپ دوانی و شتر دوانی یا تیر اندازی مین جائز ہے

اب اسپر غور کرنے سے یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ صورت مذکورہ حدیث سے دینی (مثلاً جہاد کی تیاری) اور دنیوی (مثلاً صحت جسمانی) فواید متصور ہین اسلئے اسمین بذل مال جائز رکھا گیا اور بخلاف اسکے نرد و شطرنج مین چونکہ یہ فوائد نہین پائے جاتے، اسلئے اسمین بذل مال خواہ کسی طرح بھی ہو حرام قرار دیا گیا، گویا نکتہ یہ نکلا کہ بذل مال جسطرح بھی ہو صرف ایسی صورتون مین جائز ہوسکتا ہے جنمین دینی یا دنیوی فواید حاصل ہون ماسوا مین نہین،

اسی سلسلہ مین علامہ ایک اور استدلال پیش کرتے ہین جس سے ماسبق کی تائید کے علاوہ اصل مسئلہ پر بھی روشنی پڑتی ہے، وہ یہ کہ اکل المال بالباطل تو صراحتہً قرآن مجید کی آیت

ولا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل — اور ایک دوسرے کا مال باطل کے ذریعہ سے نہ کہاؤ،

سے قطعاً حرام ہے، حدیث شریف مین اس امر کی تشریح موجود ہے کہ

کل لھو یلعو بہ الرجل فھو باطل الا رمیہ بقوسہ او تادیبہ فرسہ او ملاعبتہ امرأتہ فانھن من الحق — ہر کہیل جسکو ایک شخص کہیلتا ہے باطل ہے مگر ہان اُسکی تیر اندازی یا تربیت اسپ یا ملاعبت زوجہ اس سے مستثنی ہے کیونکہ یہ چیزین حقوق مین سے ہین،

اب ان تصریحات سے یہ نتیجہ واضح ہے کہ نرد و شطرنج وغیرہ لہو باطل ہے اسلئے اسکے ذریعہ سے جو مال حاصل ہو اُسکا طریقہ حصول اگرچہ طریقۂ قمار سے جداگانہ ہو تاہم وہ یقیناً حرام ہے،

علامہ اسی مسئلہ کی ایک اور دلیل بیان کرتے ہین، فرض کرلو کہ شطرنج کی علت تحریم وہی مقامرہ ہے لیکن اسپر بھی غور کرنا چاہیئے کہ خمر و میسر کو اللہ تعالی نے آیت تحریم مین ایکساتھ بیان کیا ہے

انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون — شراب، جوا، بتون کے چڑہاوے، فال کے پانسے ناپاکی اور شیطان کے کام ہین تم انسے بچو تاکہ فلاح پاؤ۔

ان آیات مین اللہ تعالے نے خمر و میسر و انصاب و ازلام کو "رجس من عمل الشیطان" کہا، اور انسے بچنے کا حکم دیا، پھر خمر و میسر کو ان ذمائم سے مخصوص کیا،

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوۃ، — بے شبہہ شیطان شراب اور جوے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان بغض و عداوت پیدا کرنا چاہتا ہے اور یہ کہ تمکو اللہ کے ذکر اور نماز سے روکدے،

اور پھر آخر مین یون تہدید کی "فھل انتم منتھون" اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت مین متعدد دلیلون سے اور متعدد اسباب و وجوہ کی بنا پر خمر و میسر کی حرمت بیان کیگئی ہے،

اسکے ساتھ ممانعت خمر کی نوعیت پر غور کرو کہ جب اس سے بچنے کا حکم دیا تو پھر اسکے استعمال کو قطعًا اور بہر صورت ممنوع قرار دیا کم ہو یا زیادہ دونون کا پینا یکسان حرام ٹھہرایا، بلکہ نبی صلعم نے جب یہ آیت اُتری تو جسقدر جسکے پاس تھی ضایع کردینے کا اعلان فرمایا، انتہا یہ ہے کہ اسکے بنانے، رکھنے اور پینے کے برتنون کو بھی توڑ پھوڑ دینے کا حکم دیا، (یہان پر متعدد احادیث مشہورہ و آثار صحابہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہین) پس ان احکام سے مقصود سد ذرایع ہے، کیونکہ درحقیقت ذرایع ہی اصل شے تک پہنچانے والے ہوتے ہین، ٹھیک اسی طرح میسر (جسکا حکم خمر کے ساتھ ہی بیان کیا گیا ہے) کی حرمت کا سبب حقیقی تو اکل المال بالباطل ہے، لیکن اسکے ساتھ لازمی طور پر اور دوسری مضرتون مثلاً فساد، بغض باہمی اور سہو فرائض وغیرہ کو بھی ملحوظ رکھنا پڑیگا، اسلئے کہ یہ بالکل

واضح امر ہے کہ انسان کا نفس اور اُسکی خواہشیں بہت چھوٹی چھوٹی چیزون سے بڑہتے بڑہتے بڑی بڑی چیزون تک پہنچ جاتی ہین اسکے بعد علامہ ایک حدیث نقل کرتے ہین

من لعب بالنردشیر فکانما صبغ یدہٗ فی لحم خنزیر ودمہٖ جو نرد کہیلا گویا اُس نے سور کے گوشت اور خون سے اپنا ہاتھ آلودہ کیا

یہ ظاہر بات ہے کہ جب انسان سور کے گوشت کو ہاتھ لگائیگا تو رفتہ رفتہ اس سے اُسکی نجاست کا تخیل بھی کمزور پڑتا جائیگا یہانتک کہ اسکے بعد یہ بہت ممکن ہے کہ ایک دن وہ اسکو استعمال بھی کرلے، پس جسطرح اس گوشت کو ہاتھ لگانا چونکہ کہا لینے تک کا ذریعہ وسبب بن سکتا ہے، اور اسی بنا پر اُسکا چھونا تک ناجائز قرار دیا گیا ہے، ٹہیک اسی طرح نرد وشطرنج کا کہیلنا بھی جو اکل بالباطل کا ذریعہ بن سکتا ہے حرام ٹہرا۔

اسی سلسلہ مین علامہ ایک اور استدلال لاتے ہین جس سے بعض شوافع کا یہ خیال ہی سرے سے غلط ٹہرتا ہے کہ نرد وشطرنج کے کہیلنے کی حرمت اکل بالباطل کی وجہ سے ہے، فرماتے ہین یہ کہنا کہ میسر کی حرمت مقامرۃ کی وجہ سے ہے بالکل دعوی محض ہے اور ظاہر قرآن وسنت سے اسکے خلاف ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالے نے کہا

انما یرید الشیطان ان یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر ویصدکم عن ذکر اللہ وعن الصلوٰۃ

ان آیات مین علت تحریم وہی حصول فساد وزوال مصلحت واجبہ ہے اسلئے کہ عداوت وبغض باہمی یقیناً داخل فساد ہے پھر ذکر الٰہی ونماز سے قلوب انسانی کو سہو کی حالت مین رکہنا (جو یا واجب ہی یا مستحب) اس سے بھی بڑا فساد۔ اب دیکہو بعینہٖ یہی اسباب شطرنج ونرد مین بھی جمع ہین، اسکا یہان کوئی سوال نہین کہ حالت کامیابی مین کوئی معاوضہ ملیگا یا نہین بہرحال اس کہیل مین انسان کی فکر، عقل اور قلب وغیرہ بالکل مستغرق ہوجاتے ہین ہر دونین مین سے ہر ایک کو دوسرے کی چالون کے توڑنے اور ناکام کردینے کی فکر دامنگیر رہتی ہے، اور اسمین اُنکی حالت یہانتک پہنچ جاتی ہے کہ وہ اپنی بہوک اور پیاس تک کو بہول جاتے ہین اُنکو اسکا بھی احساس نہین ہوتا کہ اُنکے پاس کون آیا؟ کس نے سلام کیا! اور اپنے ضروریات نفس و مال تک سے بے خبر ہوجاتے ہین جب طبعی وفطری ضروریات کی طرف سے غفلت وبیہوشی کا یہ عالم ہوتو پھر تا بذکر الٰہی ونماز چہ رسد؟ نیز یہ بھی قابل لحاظ امر ہے کہ ایک شراب خوار جو بالکل بدمست وسرشار ہوگیا ہو اُسکی اور ایک شطرنج باز کی حالت مین بہت تہوڑا ہی فرق نہین رہجاتا ہے؟۔

(باقی)

فتاوی ابن تیمیہ

(۲)

قمع بدعات ومنکرات مذہبی امور مین افراط وتفریط اور غلو ہمیشہ بدعتون کا سرچشمہ رہا ہی، دنیا کے عظیم الشان مذاہب یہودیت اور مسیحیت کی تاریخ پیش نظر رکہو تو معلوم ہو کہ ان مین کیونکر بدعتین پیدا ہوئین! اور اگرچہ وہ ابتدا مین بہت معمولی درجہ کی چیزین نظر آتی ہتین، لیکن آہستہ آہستہ نہایت غیر محسوس طریقہ پر وہی حقیر چیزین اصول وتعلیمات مذہب کے مسخ وتغیر اور اسطرح مقلدین مذہب کی گمراہی کا ذریعہ بنگیئین، گذشتہ اُمتون نے صحیح مذہبی تعلیم کی اپنے مقاصد وخیالات کے مطابق ایسی تاویل وتفسیر کی جو تعلیم مذہب کی اصلی رُوح کے بالکل خلاف تہی اور یہی تاویل وتفسیر رفتہ رفتہ انکی مذہبی کتابون کا جزو بنگئی، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انکا اصلی مذہب مسخ ہوکر رہ گیا، اسلام اصولی حیثیت سے اگرچہ اس قسم کی خرابیون سے محفوظ رہا، لیکن بعض فروع مین وہ بھی اس اثر سے غیر متاثر نہ رہا، اُسکی الہامی کتاب قرآن مجید ہر طرح کے خلط ووضع سے محفوظ رہی، لیکن احادیث کا کثیر حصہ اس سے متاثر ہوا، مسلمانون مین جتنی بدعتین یا جسقدر مشرکانہ خیالات پیدا ہو گئے ہین وہ بہت گوناگون اور متنوع ہین،

علامہ ابن تیمیہ نے اپنے فتاویٰ مین ان مین سے اکثر بدعتون پر بہت کچھ لکہا ہے، یہان پر اُنکی تفصیل کی بالکل گنجائش نہین اسلئے چند خاص قسم کی مثالین پیش کیجاتی ہین۔

قبرون پر چراغ جلانا اور کلام مجید رکہنا یہود ونصاری مین اُنکی گمراہی کی بدولت یہ تخیل پیدا ہوگیا تہا کہ صلحاً وانقیا کے مقبرے مقدس، متبرک اور حصول مقصد وقبول دعا کی جگہ ہین

اسلئے وہ ان مقامات کی متعبدانہ زیارت کرتے تھے، وہان نمازین پڑہتے تھے، اُنکی تزئین وآرائش کرتے تھے اور وہان چراغ جلاتے تھے، مسلمان جو انہی قومون کے ساتھ مل جل کر رہتے تھے آہستہ آہستہ یہ خیالات ان مین بھی پیدا ہو گئے، علامہ ابن تیمیہ نے متعدد سوالات کے جواب مین اس مسئلہ اور اسی قسم کے دوسرے مسائل پر بہت تفصیلی بحث کی ہے، اور بہت سے نکات ودقائق بیان کئے ہین، افسوس ہے کہ ان کا احاطہ کرنا اس موقع پر ذرا مشکل ہے، اسلئے ہمکو صرف اُنکے بنیادی مباحث کے لکہدینے پر اکتفا کرنا پڑتا ہے۔

علامہ نے ایک سوال کے جواب مین لکہا ہے کہ رسول اللہ صلعم نے قبرون پر چراغ جلانے سے نہایت واضح الفاظ مین منع فرمایا ہے بلکہ ایسا کرنے والے پر لعنت الٰہی کی تصریح کی ہے،

قال النبی صلعم لعن اللہ زوارات القبور والمتخذین علیہا المساجد والسرج، — نبی صلعم نے فرمایا، اللہ تعالی نے قبر کی زیارت کرنے والی عورتون اور انکو مسجد بنانیوالون اور ان پر چراغ جلانیوالون (مرد ہون یا عورت) پر لعنت کی ہے،

نیز قبرون پر تلاوت کے لئے قرآن مجید رکہنا مکروہ ترین بدعت ہے، سلف صالحین نے کبھی ایسا نہین کیا، اور ایسا کرنا قبرون کو مساجد بنا لینے مین داخل ہے، جسکے متعلق رسول اللہ صلعم سے ان الفاظ مین نہی وممانعت ثابت ہے،

لعن اللہ الیہود والنصاری اتخذوا قبور انبیائہم مساجد۔ — اللہ تعالےٰ نے یہود ونصاری پر اسلئے لعنت کی کہ انہون نے اپنے انبیا کی قبرون کو مسجد بنالیا۔

متعدد روایات مین یہ یا اُنکے قریب قریب ہم معنی الفاظ ہین،

ان من کان قبلکم کانوا یتخذون القبور — تم سے پہلے جو لوگ تھے انہون نے قبرون کو مسجد بنا لیا تہا

مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجد فانی انہاکم عن ذلک،

خبردار تم کبھی قبروں کو مسجدین نہ بنانا اسلئے کہ مین تمکو اس سے منع کرتا ہون۔

سفر زیارت قبور و قصر صلوٰۃ زیارت قبور انبیاء و صلحا کے سفر مین قصر و صلوٰۃ کی نسبت اختلاف علما، متقدمین مثلاً ابو عبد اللہ بن لبطہ، اور ابو الوفا ابن عقیل وغیرہ جو سفر معصیت مین قصر کو جائز نہین رکھتے وہ سفر زیارت قبور مین بھی قصر جائز نہین رکھتے کیونکہ اس قسم کا سفر شرعاً منہی عنہ ہے، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا بھی یہی مذہب ہے کہ سفر ممنوع فی الشریعۃ مین قصر صلوٰۃ جائز نہین، دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ سفر حرام مین بھی نماز کا قصر کرنا جائز ہے مثلاً امام ابو حنیفہ رح کا یہی خیال ہے، متاخرین علماء شوافع و حنابلہ مثلاً امام ابو حامد غزالی، ابو الحسن بن عبدوس الحرانی اور ابو محمد بن قدامہ مقدسی کا بھی یہی خیال ہے کیونکہ انکے نزدیک نفس زیارت قبور کے لئے سفر کرنا جائز ہے اور اسکی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مطلقاً فرمایا ہے فزوروا القبور (قبرون کی زیارت کرو)

بعض وہ لوگ جنکو احادیث مین درک و معرفت نہین ہے ان حدیثون سے بھی استدلال کرتے ہین جو خود رسول اللہ صلعم کی قبر کی زیارت کے متعلق روایت کیجاتی ہین مثلاً

من حج ولم یزرنی فقد جفانی۔

جس نے حج کیا اور میری زیارت نہین کی اس نے مجھپر ظلم کیا۔

من زارنی وزار ابی فضمنت لہ علی اللہ الجنۃ،

جس نے میری اور میرے والد کی زیارت کی اسکے لئے اللہ تعالےٰ جنت کا ذمہ دار ہوگیا۔

لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ سب ضعیف و غیر ثابت بلکہ موضوع روایتین ہین اور

ان تمام روایتون کو ارباب سنن معتمدہ مین سے کسی نے بھی روایت نہین کیا اور ائمہ فن مین سے کسی نے بھی ان سے استدلال نہین کیا حضرت امام مالک رح جو مدینۃ النبی کے امام وقت اور اعلم الناس بالحدیث تھے وہ لوگون کا یہ کہنا بھی گوارا نہین کرتے تھے کہ زرت قبر النبی صلعم (مین نے نبی صلعم کی قبر کی زیارت کی ہے)

اسی طرح امام احمد رح جو اپنے زمانہ کے اعلم الناس بالسنہ تھے ان سے اس مسئلہ کے متعلق سوال کیا گیا تو انکے پاس حضرت ابوہریرہ کی اس روایت کے سوا کوئی دوسری قابل اعتماد روایت نہ تھی،

ان النبی صلعم قال ما من رجل یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتے ارد علیہ السلام، ......

نبی صلعم نے فرمایا کوئی شخص ایسا نہین جو مجھپر سلام بھیجتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالےٰ نے تھی دیر کے لئے میری روح لوٹا دیتا ہے کہ مین اسکے سلام کا جواب دیدون۔

اور اسی روایت پر ابو داؤد نے اپنی کتاب سنن مین اور امام مالک نے موطا مین اعتماد ظاہر کیا ہے، اب علامہ ابن تیمیہ اسکی تائید مزید مین اپنی عادت کے موافق اور دوسری حدیثین جمع کر دیتے ہین۔ مثلاً

روی عن عبد اللہ بن عمر انہ کان اذا دخل المسجد قال السلام علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابا بکر السلام علیک یا ابت ثم ینصرف،

حضرت عبد اللہ بن عمر جب مسجد مین داخل ہوتے تھے تو کہتے تھے السلام علیک اے رسول اللہ السلام علیک اے ابو بکر اور السلام علیک اے میرے باپ، پھر لوٹ آتے تھے،

وفی سنن ابی داؤد عن النبی صلعم

نبی صلعم نے فرمایا میری قبر کو میلا نہ بنالو

قال لاتتخذوا قبری عیداً وصلوا علی اینما کنتم فان صلاتکم تبلغنی،

اور تم جہان کہین بھی ہو مجھپر درود بھیجو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچتا ہے۔

وفی سنن سعید ابن منصور ان عبداللہ بن حسن بن حسین بن علی بن ابی طالب رای رجلا یختلف الی قبر النبی صلعم و یدعو عندہ فقال یاھذا ان رسول اللہ صلعم قال لاتتخذوا قبری عیدا وصلوا علی اینما کنتم فان صلاتکم تبلغنی، فما انت ورجل بالاندلس منہ الا سواء

سنن سعید ابن منصور مین ہے کہ عبداللہ بن حسن نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ نبی صلعم کی قبر کے نزدیک آتا اور جاتا اور وہان دعا کرتا ہے، حضرت عبداللہ نے کہا اے شخص رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے میری قبر کو میلا نہ بناؤ، بلکہ تم جہان کہین بھی ہو مجھپر درود وسلام بھیجو کیونکہ تمہارا درود وسلام مجھ تک پہنچتا ہے، پس اسلئے تم اور وہ شخص جو اندلس مین رہکر ایسا کرتا ہے برابر ہو۔

وفی الصحیحین عن عائشۃ عن النبی صلعم انہ قال فی مرض موتہ لعن اللہ الیھود والنصاری اتخذوا قبور انبیائھم مساجد، یحذر ما فعلوا قالت عائشۃ ولولا ذلک لابرز قبرہ ولکن کرہ ان یتخذ مسجداً فھم دفنوہ فی حجرۃ عائشۃ بخلاف ما اعتادوہ من الدفن فی الصحراء لئلا یصلی احد علی قبرہ ویتخذہ مسجدا افیتخذ قبرہ وثنا، . . . . . .

صحیحین مین حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلعم نے مرض موت مین فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے یہود ونصاریٰ پر اسلئے لعنت بھیجی کہ انہون نے اپنے نبیون کی قبرونکو مسجد بنالیا تہا، جو کچھ وہ کرتے تھے اس سے بچا جائے" حضرت عائشہ فرماتی ہین کہ اگر یہ نہ ہوتا تو آپکی قبر ظاہر کیجاتی لیکن یہ مکروہ سمجہا گیا کہ وہ مسجد بنالیجائے اسی لئے صحابہ کرام نے حضرت عائشہ کے حجرہ مین اپنی اس عادت کے خلاف کہ وہ اپنے موتیٰ کو صحرا مین دفن کرتے تھے آپکو دفن کیا تاکہ اسپر کوئی نماز نہ پڑھ سکے اور اسکو مسجد نہ بنا سکے کہ وہ ایک بت ہوجائے۔

عہد ولید بن عبدالملک یعنی جب تک کہ مسجد نبوی حجرہ نبوی سے بالکل علیحدہ تھی تو صحابہ اور تابعین حجرۂ نبوی مین نہ تو نماز ودعا اور نہ مسح قبر کے لئے داخل ہوتے تھے بلکہ نماز ودعا صرف مسجد ہی مین ادا کرتے تھے، انتہا یہ ہے کہ صحابہ وتابعین جب رسول اللہ صلعم پر درود وسلام بھیجتے یا کبھی دعا کرتے تو وہ اپنا رخ بھی قبلہ ہی کی طرف کرتے تھے نہ کہ قبر کی طرف،

قرآن مجید کیلئے تعظیمی قیام

ایک مسئلہ یہ ہے کہ قرآن مجید کیلئے تعظیمی قیام اور اسکا چومنا جائز ہے یا نہین، علامہ اسکا اجمالی جواب یہ دیتے ہین کہ اسکے متعلق آثار واخبار سلف مین کوئی تصریح نہین ملتی، امام احمد سے قرآن مجید کے چومنے کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے یہی جواب دیا کہ مجھے سلف کی کوئی رائے معلوم نہین، عکرمہ بن ابی جہل جب قرآن مجید کو کہولتے تھے تو اسپر اپنا منہ رکہکر اسکو چومتے اور یہ کہتے تھے کہ

ھذا کلام ربی ھذا کلام ربی

یہ میرے رب کا کلام ہے یہ میرے رب کا کلام ہے

اس اجمالی جواب کے علاوہ علامہ کی مجتہدانہ رائے یہ ہے کہ سلف اگر قرآن مجید کی تعظیم کے لئے نہین اٹھتے تھے تو انکی یہ بھی خصوصیت تھی کہ وہ آپس مین بھی کسی کی تعظیم کے لئے نہین اُٹھتے تھے، حضرت انس فرماتے ہین۔

لم یکن شخص احب الیھم من رسول اللہ صلعم وکانوا اذا راوہ لم یقوموا

صحابہ کے نزدیک رسول اللہ صلعم سے زیادہ محبوب دنیا مین کوئی شخص نہ تہا باوجود اسکے

لما یعلمون من کراھتہ لذلک، جب وہ آپکو دیکھتے تھے تو کبھی نہین اٹھتے تھے
.. .. کیونکہ وہ جانتے تھے کہ رسول اللہ صلعم اسکو ناپسند
.. .. فرماتے ہین۔

ایسی حالت مین اگر ہم صحیح طور پر اسلاف کی پیروی کرنا چاہتے ہین تو ہمکو بھی کبھی کسی کی تعظیم کے لئے نہین اُٹھنا چاہیے، اس بنا پر چونکہ قرآن مجید کے لئے انکا اٹھنا ثابت نہین ہے، اسلئے ہمکو بھی اسکی تعظیم کے لئے نہ اُٹھنے مین کوئی مضائقہ نہین لیکن اب جبکہ ہم آپس مین ایک دوسرے کی تعظیم کے لئے اُٹھ کھڑے ہونے کے عادی ہوگئے ہین تو اگرچہ یہ عادت اقرب الی الذم ہے لیکن ہمکو قرآن مجید کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا چاہیے کیونکہ عام انسانون سے بہر حال وہ اس تعظیم وتکریم کا زیادہ مستحق ہے،

قرآن مجید سے فالگیری | ایک سوال یہ ہے کہ قرآن مجید سے فال لینا جائز ہے یا نہین، علامہ فرماتے ہین، قرآن مجید سے فال لینے کے متعلق متقدمین سے نفیاً یا اثباتاً کوئی روایت موجود نہین، متاخرین اسمین مختلف ہین، قاضی ابویعلی نے ایک نزاعی روایت بیان کی ہے کہ ابن بطہ نے ایسا کیا ہے لیکن دوسری روایتین موجود ہین کہ انھون نے ایسا نہین کیا، کیونکہ قرآن مجید سے فال لینا رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام سے ثابت نہین، حقیقت یہ ہے کہ فال وطیرہ کی جو نوعیت و صورت بھی ہو سب ممنوع ومنہی عنہ ہین، البتہ صرف ایک صورت جسکو اگر ہم فال کہہ سکین تو بے شبہہ رسول اللہ صلعم سے ثابت ہے یعنی یہ کہ انسان کسی کام کو کر رہا ہو یا کسی کام کے کرنے کا اللہ تعالے کے بھروسہ پر قطعی فیصلہ کر چکا ہو اور ایسی

حالت مین کوئی کلمہ خیر سنے جس سے اسکو مسرت ہو مثلاً جب کوئی کام شروع کر چکا ہو تو کسی کی زبان سے

یا نجیح، یا مفلح، یا منصور، اے کامیاب ہونیوالا، اے فلاح پانیوالا، اے فتح پانیوالا

کے الفاظ نکلین تو اس اتفاقی واقعہ سے وہ اپنی کامیابی کی توقع پر مسرور ہو اس قسم کا واقعہ خود رسول اللہ صلعم کو پیش آیا وہ یہ کہ جب آپ نے ہجرت کی تو رستہ مین ایک شخص ملا جس سے آپنے پوچھا۔

ما اسمک قال یزید فقال یا — تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا یزید اسکے لفظی
ابابکر یزید امرنا — معنی ہین بڑھیگا) آپنے حضرت ابوبکر سے فرمایا
.. .. — اے ابوبکر ہمارا کام ترقی پائیگا۔

اسلئے فال کی اگر کوئی صورت جائز ہو سکتی ہے تو صرف یہی، ورنہ اور سب صورتین ممنوع ومنہی عنہ ہین۔

اسلام مین مبتدعات کا جو سلسلہ پیدا ہو گیا ہے ان مین سے کچھ تو ایسے ہین جنپر دوسری قومونکی تقلید مین مسلمانون نے عمل شروع کیا مثلاً قبر پرستی، مشائخ پرستی اور غیر اللہ سے استعانت کرنا وغیرہ یہ چیزین تو بہت کچھ عوام نے خود بخود سیکھین، کچھ ایسی بدعتین بھی ہین جنکو نومسلم قومون نے اپنے آبائی مذہب مین سے قبول اسلام کے بعد بھی اپنے عادات واطوار کے طور پر اپنے اندر باقی رکھا اور وہ انکو رفتہ رفتہ اپنے نئے مذہب (اسلام) کی تعلیم سمجھنے لگین، اس قسم کی بدعات ومشرکانہ اعمال و خیالات کی مثالین ہندوستان کے اسلامی فرقون مین بکثرت ملسکتی ہین، لیکن انکے علاوہ بہت سی بدعتین ایسی بھی ہین جو خواص یعنی تعلیمیافتہ گروہ صوفیاء کرام کے ذریعہ سے

اسلام مین داخل ہوگئین، علامہ ابن تیمیہ نے ہرقسم کی بدعتون پر کچھ نہ کچھ لکھا ہی مثلاً

تحیرنی الله — ارباب تصوف مین یہ حدیث بہت مشہور و مقبول ہے۔

رب زدنی فیک تحیرا ، — اے خدا اپنی نسبت میری حیرت بڑہا۔

علامہ ابن تیمیہ سے اس حدیث کی نسبت سوال کیا گیا تو آپنے جواب دیا کہ یہ مکذوب وضعی روایت ہے علمائے حدیث مین سے کسی نے بھی اسکو روایت نہین کیا ایسی روایتین جاہلون اور ملحدون کی ہوسکتی ہین کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا کہنے والا پریشان ومتحیر ہے اور یہ کہ وہ حیرت کی زیادتی وترقی چاہتا ہے اور یہ دونون رسول اللہ صلعم کی شان سے گری ہوئی اور لغو وباطل باتین ہین، اسلئے کہ اللہ تعالےٰ نے آپکی طرف وحی بھیجکر آپکی ہدایت کی اور آپکو وہ باتین سکہائین جو کسی اور کو نہ سکہائین اس روایت کے خلاف قرآن مجید مین اللہ تعالےٰ نے آپکو زیادتی علم کے سوال کا حکم دیا ہے مثلاً

قل رب زدنی علما — کہو اے رب میرے علم کو بڑہا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ عالم تھے، آپکی شان مین ایک اور آیت ہی۔

وانک لتہدی الی صراط مستقیم، — اور تم بے شبہہ سیدہی راہ کی طرف ہدایت کرتے ہو۔

اور جو شخص دوسرونکی رہنمائی کرتا ہے وہ خود کیونکر گم کردہ راہ وپریشان وحیران ہوسکتا ہے، اللہ تعالےٰ نے قرآن مجید مین حیرت کی مذمت بیان کی ہی مثلاً فرمایا

قل اندعوا من دون اللہ مالا ینفعنا ولا یضرنا ونرد علی اعقابنا — کہدو کیا ہم اللہ کے سوا اسکو پکارین جو ہمین نہ نفع پہنچاتا ہے نہ نقصان، اور کیا ہم اسکے بعد کہ

بعد اذ ہدانا اللہ کالذی استہوتہ الشیاطین فی الارض حیران لہ اصحاب یدعونہ الی الہدی ائتنا قل ان ہدی اللہ ہو الہدی، — اللہ تعالےٰ نے ہمین ہدایت دی اپنی پچھلی حالت پر لوٹ جائین مثل اسکے جسکو شیطانون نے بہکا کر بنا دیا ہو اور وہ دنیا مین حیران ہو اسکے کچھ ساتھی ہین جو اسکو اپنی طرف بلاتے ہین، کہدو کہ اللہ ہی کی ہدایت صحیح ہدایت ہے۔

حیرت بڑی حدتک جہل وضلالت ہے اور محمد صلعم کائنات عالم مین سب سے زیادہ اللہ اور اسکے اوامر ونواہی کے جاننے والے ہین، اور تمام انسانون مین آپ اپنی ذات اور دوسرون کے لئے سب سے بڑہکر روشن شمع ہدایت ہین آپکو جہالت وضلالت چہو بھی نہین گئی، اللہ تعالےٰ خود فرماتا ہے۔

والنجم اذا ہوی ما ضل صاحبکم وما غوی وما ینطق عن الہوی۔ — قسم ہو ستارہ کی جب وہ جھکا کہ تمہارا ساتھی نہ تو گمراہ ہو اور نہ بہکا ہوا اور وہ جو کچھ بولتا ہے اپنی طرف سے نہین بولتا۔

. . . .

اور دوسری جگہ فرمایا۔

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور باذن ربہم، — یہ کتاب ہے جسکو ہمنے تیری طرف اسلئے بھیجا کہ لوگونکو انکے رب کے حکم کے مطابق تاریکی سے روشنی مین لے آئے۔

یہ اور اسی قسم کی متعدد آیات کلام مجید مین موجود ہین اسلئے ارباب علم وایمان مین سے کسی نے بھی حیرت کی تعریف نہین کی اور نہ اسکو کوئی اچھی چیز خیال کیا البتہ ملاحدہ کے ایک گروہ نے جو خود مرض حیرت مین مبتلا تہا اسکی بیجا تعریف کی۔

سجدہ و زمین بوسی اسلام نے مشرکانہ اعمال کے استیصال مین اسدرجہ اہتمام سے کام لیا ہے کہ وہ انسانی حرکات وسکنات جو مخصوص حالات مین شرک وخضوع لغیر اللہ کی طرف منجر ہو سکتے ہین انکے عدم جواز وحرمت کا بھی فتوے دیدیا مثلاً سلاطین و حکام یا مشائخ وبزرگان دین کے آگے سجدہ کی صورت مین زمین سے پیشانی لگانا یا کم ازکم تعظیماً جھک جانا،

علامہ اس مسئلہ کی نسبت ایک سوال کے جواب مین تحریر فرماتے ہین کہ ملوک وشیوخ کے آگے زمین پر سر دہرنا، زمین بوس ہونا، رکوع کی حالت مین ہوجانا یا جھک جانا، بالکل ناجائز ہے، لوگون نے رسول اللہ صلعم سے پوچھا۔

الرجل منا یلقی اخاہ اینحنی لہ	ہم مین سے ایک شخص جب اپنے بھائی سے ملے تو کیا
قال لا،	اسکیلئے وہ جھک سکتا ہے؟ آنحضرتؐ نے فرمایا نہین

حضرت معاذ کا واقعہ ہے کہ

لما رجع معاذ من الشام سجد	جب آپ شام سے لوٹے تو رسول اللہ صلعم کو
النبی صلعم فقال ما ھذا یا معاذ	سجدہ کیا آنحضرت نے فرمایا اے معاذ یہ کیا
قال یا رسول اللہ رائیتھم فی الشام	ہے؟ اُنھون نے کہا مین نے شامیونکو اپنے
یسجدون لاساقفتھم ویذکرون	مذہبی پیشواؤنکو سجدہ کرتے دیکھا اور وہ ایسا
ذلک عن انبیائھم فقال کذبوا علیھم	ہی اپنے انبیاء کی نسبت بھی بیان کرتے تھے
لو کنت امراحدا ان یسجد لاحد لامرت	آنحضرت نے فرمایا انہون نے بہتان باندھا
المرأۃ تسجد لزوجھا من اجل	مین اگر کسی انسان کو انسان کے سجدہ کرنے
حقہ علیھا یا معاذ انہ	کا حکم دیتا تو ان حقوق کی بناپر جو شوہر کو اپنی

لا ینبغی السجود الا للہ	بیوی پر مین بیوی کو شوہر کے آگے سربسجود ہونیکا
.. ..	حکم دیتا لیکن اے معاذ اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی
.. ..	سجدہ کے لائق نہین۔

یہ حکم تو عام حالتون مین لیکن اگر کوئی شخص انہی کامونکو مذہب ودین یا قربت طاعت سمجھکر بجالائے تو پھر یہ بدترین منکرات مین داخل ہے اور جو شخص انکے طاعت وقربت ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو پہلے اسکو یہ بتانا چاہئے کہ ایسا نہین ہے لیکن اسکے بعد بھی وہ اگر اپنے اعتقاد پر اصرار کرے تو اسکو قتل کردینا چاہئے۔

مسئلہ کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ ایک شخص ان کامونکے کرنے پر اسطرح مجبور کیا جائے کہ اگر وہ نہ کرے تو مارا جائے یا قید کردیا جائے یا اسکی دولت چھین لیجائے یا بیوکار کہا جائے یا اسی قسم کی دوسری تکلیفین پہنچائی جائین تو ایسی صورت مین اکثر علما کا یہ خیال ہے کہ فعل حرام پر جبر واکراہ اسکو مباح کردیتا ہے اسلئے بظاہر اسپر عمل کرلینے مین کوئی ہرج نہین البتہ یہ ضروری ہے کہ وہ دل سے انکو حرام اور برا جانے، علما کے دوسرے گروہ کا یہ خیال ہے کہ اس قسم کی اباحت صرف ان چیزون مین جائز ہے جنکا تعلق قول سے ہے یعنی کسی ناجائز دنا روا قول کے زبان سے کہنے مین بصورت مجبوری ومعذوری کوئی ہرج نہین کیونکہ

انما التقیۃ باللسان،	تقیہ زبان سے ہوسکتا ہے۔

لیکن عمل کسی صورت مین بھی جائز نہین۔

وسعت نظر ابتک فتادے کے جو اقتباسات پیش کئے جاچکے ہین ان سے ضمناً یہ ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن وحدیث پر علامہ کی نہایت وسیع وعمیق نظر ہے، لیکن علامہ کی وسعت نظر

کا دائرہ یہین تک محدود نہین بلکہ آثار صحابہ، اقوال تابعین و تبع تابعین اور مجتہدات فقہار اسلام سب کچھ انکی نظر کے سامنے ہے اور وہ ان سے ہر جگہ کام لیتے ہین، آئندہ اقتباسات موخر الذکر امور کی مثالین ہونگی،

یہ اوپر لکہا جاچکا ہے کہ اس مجموعہ مین ابطال التحلیل نام ایک مستقل رسالہ بھی شامل ہے جو دراصل استفتا ہی ہے لیکن طوالت بحث اور مفید تفصیل و تشریح کی وجہ سے وہ مستقل تصنیف کی حیثیت رکہتا ہے مسئلہ تحلیل کی تشریح یہ ہے کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دیدین، جن سے وہ اسپر اسوقت تک کے لئے حرام ہوگئی جب تک کوئی دوسرا شخص اس سے نکاح نہ کرلے، اور وہ عورت اس دوسرے نکاح سے اپنے دوسرے شوہر کی موت یا اسکے طلاق دیدینے کی وجہ سے اس قابل نہو کہ پھر پہلے شوہر سے نکاح کرسکے، شرعاً پہلے شوہر کے لئے اس عورت سے جواز نکاح کی تو صرف یہی دو صورتین ہین، لیکن ایک صورت حیلہ کے اصول کے مطابق یہ بھی ہوسکتی ہے کہ جب پہلے شوہر نے طلاق دیدی اور اسکے بعد اسکو اپنی اس حرکت پر افسوس ہوا اور پھر اس نے یہ خواہش کی کہ اسکو اپنے نکاح مین دوبارہ لے آئے، تو اسکی خاطر سے ایک شخص نے نکاح پڑہا لیا اور نکاح کے بعد اسکو طلاق دیدی تاکہ وہ اسطرح اپنے پہلے شوہر کے لئے جائز و حلال ہوسکے۔

علامہ اسکے جواب مین لکہتے ہین کہ یہ صورت بالکل ناجائز و ممنوع ہے جس شخص نے تحلیل کی نیت سے نکاح کیا وہ نکاح فاسد ہوگا، اس جواب مین جو تفصیلات ہین ان سے قطع نظر کرکے صرف وہ چیزین دکہلائی جائینگی جن سے علامہ کی وسعت نظر کا اندازہ ہوسکے اس سلسلہ مین علامہ سب سے پہلے حدیثین پیش کرتے ہین، جنمین تحلیل کے عدم جواز

کی تصریح موجود ہے، مثلاً

عن عکرمہ عن ابن عباس قال سئل	عکرمہ ابن عباسؓ سے روایت کرتے ہین کہ رسول اللہ صلعم
رسول اللہ صلعم عن المحلل فقال	سے محلل کی نسبت سوال کیا گیا تو آپنے فرمایا نہین
لا الا نکاح رغبۃ لا نکاح دلسۃ	نکاح رغبت سے ہونا چاہئے اس مین فریب اور
ولا استہزاء بکتاب اللہ	خدا کی کتاب کے ساتھ استہزا نہونا چاہئے اور یہ بھی
ثم یذوق العسیلۃ،	ضروری ہے کہ ناکح و منکوح باہم متمتع ہون۔

یہان پر علامہ نے متعدد حدیثین نقل کی ہین، اختصار کے خیال سے صرف ایک ہی پر اکتفا کیا گیا، حدیث کے بعد صحابہ کرام کے اقوال و افعال کا درجہ ہے، علامہ نے بکثرت آثار صحابہ بھی جمع کردیئے ہین، ہم ان مین سے اکابر صحابہ کے اقوال نقل کرتے ہین۔

جابر عن عمر قال لا اوتی بمحلل	جابر حضرت عمرؓ سے روایت کرتے ہین کہ ایسا کوئی
ولا محلل لہ الا رجمتہما …	تحلیل کرنے والا یا وہ جسکے لئے تحلیل کیگئی نہین
… … … … …	لایا گیا مگر یہ کہ مین نے دونو کو سنگسار کیا۔
عن سلیمان بن یسار قال رفع الی	سلیمانؓ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ کے پاس ایک مرد
عثمان رجل تزوج امرأۃ لیحلھا	لایا گیا جس نے ایک عورت سے محض اسلئے شادی کی
لزوجھا ففرق بینھما وقال لا ترجع	تھی کہ اسکو اسکے پہلے شوہر کیلئے حلال کردے آپنے
الیہ الا بنکاح رغبۃ غیر	ان دونو مین تفریق کرادی اور یہ کہا کہ یہ اسکی طرف
دلسۃ	نہین لوٹ سکتی مگر صرف ایسے نکاح کے ذریعہ سے
.. ..	جو رغبت سے کیا گیا ہو اور اسمین کوئی فریب نہو۔
عن یزید بن ابی حبیب عن علی بن	حضرت علیؓ سے محلل کے بارہ مین روایت ہے کہ وہ کہتے

ابی طالب فی المحلل لا ترجع الیہ الا بنکاح رغبۃ غیر دلسۃ ولا استہزاء بکتاب اللہ،

طرف نہین لوٹ سکتی مگر رغبت کے نکاح کے ذریعہ سے جسمین نہ تو فریب ہو اور نہ اللہ کی کتاب کے ساتھ استہزا۔

عن اشعث عن ابن عباس قال لعن اللہ المحلل والمحلل لہ،

ابن عباس سے مروی ہے کہ اللہ تعالٰے نے تحلیل کرنے والے پر اور اسپر جسکے لئے تحلیل کیگئی ہو لعنت کی ہے

اسکے بعد علامہ نے تابعین تبع تابعین اور فقہاء اسلام کے خیالات و آرا کو اجمالا اسطرح بیان کیا ہے کہ سعید ابن المسیب حسن بصری، ابراہیم نخعی، اور عطا ابن رباح جو اکابر تابعین ہین اور ابو الشعثا، جابر بن زید، شعبی، قتادہ، بکر بن عبد اللہ المزنی، مالک ابن انس اور انکے تمام اصحاب اوزاعی، لیث بن سعد اور سفیان ثوری (آخر الذکر چار اصحاب تبع تابعین کے ممتاز افراد ہین) امام احمد بن حنبل، اسحاق بن راہویہ، ابو عبید القاسم بن سلام، سلیمان بن داؤد الہاشمی، ابو خیثمہ زہیر بن حرب، ابو بکر بن ابی شیبہ اور ابو اسحاق الجوزجانی وغیرہ نکاح تحلیل کے عدم جواز پر متفق ہین۔

فقال سعید بن المسیب فی رجل تزوج امرأۃ لیحلھا لزوجھا الاول ولم یشعر بذلک زوجھا الاول ولا المرأۃ قال ان کان انما نکحھا لیحلھا فلا یصلح ذلک لھما ولا تحل

.. ..

سعید نے اس شخص کی نسبت کہا جس نے ایک عورت سے اسلئے شادی کی کہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال ہوجائے اور اسکی واقفیت نہ تو زوج اول کو ہوئی اور نہ عورت کو، کہ اگر اس نے نکاح صرف اسی تحلیل کی غرض سے کیا تو یہ ان دونوں مین سے کسی کیلئے مفید نہین اور وہ عورت حلال نہوگی۔

قال ابراھیم النخعی اذا ھم الزوج الاول والمرأۃ او الزوج الاخیر بالتحلیل فالنکاح فاسد

ابراہیم نے کہا کہ جب زوج اول نے یا عورت نے یا دوسرے شوہر نے تحلیل کا قصد کیا تو نکاح فاسد ہے۔

جاء رجل الی الحسن البصری فقال ان رجلا من قومی طلق امرأتہ ثلاثا فندم وندمت فاردت ان انطلق فاتزوجھا واصدقھا صداقا ثم ادخل بھا کما یدخل الرجل بامرأتہ ثم اطلقھا حتی تحل لزوجھا فقال لہ الحسن البصری اتق اللہ یا فتی ولا تکونن مسمار نار لحدود اللہ .. ..

.. ..

....

حسن بصری کے پاس ایک شخص نے آکر کہا کہ میری قوم مین سے ایک نے اپنی بیوی کو تین طلاقین دین اور اسپر بعد کو وہ دونو نادم ہوئے، میرا قصد ہے کہ مین اس عورت سے نکاح کرلون، اسکا مہر ادا کر دون اور پھر جسطرح ایک شوہر اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے جاؤن اور اسکے بعد اسکو طلاق دیدون تاکہ وہ اپنے پہلے شوہر کیلئے حلال ہوجائے، حسن بصری نے کہا کہ اے نوجوان اللہ تعالٰے سے ڈر اور اسکے حدود کے لئے آگ کی کھونٹی نہ بن۔

(باقی)
